محکوم طبقات اور یوم انسانی حقوق

موجودہ دور میں مذہب کی سیاست کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ دقیانوسی سوچ بھی پروان چڑھ رہی ہے

ابھے کمار

ہر سال ۱۰ دسمبر کو عالمی یوم انسانی حقوق منایا جاتا ہے۔ آج ہی کے دن، سال ۱۹۴۸ میں، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے انسانی حقوق کے عالمی منشور کو قبول کیا تھا۔ دو سال بعد جنرل اسمبلی نے ایک قرارداد پاس کی اور دنیا کے تمام ممالک اور تنظیموں سے اپیل کی کہ وہ ہر سال ۱۰ دسمبر کو یوم انسانی حقوق کے طور پر منائیں۔ انسانی حقوق کو سمجھنے میں اقوام متحدہ کا منشور ایک اہم دستاویز ہے، جو نسل، رنگ، ذات، جنس، زبان، اور خطے کے امتیازات سے اوپر اٹھ کر سب کے لیے یکساں بنیادی حقوق کی بات کرتا ہے۔ یہ منشور اس بات پر زور دیتا ہے کہ انسانوں کی عزت و وقار کا احترام کیا جانا چاہیے، کیونکہ ہم سب ایک ہی انسانی خاندان کے رکن ہیں۔ دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کے قیام کے لیے یہ ضروری ہے کہ تمام انسانوں کو مساوی اور ناقابل تنسیخ حقوق دیے جائیں۔

غور طلب ہے کہ اقوام متحدہ کی تشکیل دوسری عالمی جنگ کے بعد ہوئی تھی۔ یہ وہ دور تھا جب یورپ کے بڑے ممالک اپنے ذاتی مفاد کے لیے لڑ رہے تھے، مگر انہوں نے اپنے جھگڑوں میں دنیا کے دیگر حصوں کو بھی لپیٹ لیا تھا۔ انہی تلخ تجربات کے بطن سے اقوام متحدہ اور اس سے وابستہ تنظیمیں، جن میں انسانی حقوق کے ادارے بھی شامل ہیں، وجود میں آئیں۔ عالمی جنگ سے پہلے حقیقت پسندانہ نقطہ نظر کے حامل یہ سمجھتے تھے کہ طاقت کے زور پر کچھ بھی کیا جاسکتا ہے اور ریاست اپنے مفاد کی خاطر کچھ بھی کر سکتی ہے۔ مگر اب ان کی آنکھوں کے سامنے لاشوں کے انبار اور ملبے میں تبدیل شدہ شہر تھے۔ اس سیاق میں جارحانہ فکر رکھنے والے نظریہ ساز جماعت کی کافی مخالفت ہوئی۔ ناقدین میں ایک بڑا گروہ لبرل دانشوروں کا تھا، جو یہ رائے رکھتے تھے کہ جنگ کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہے اور تنازعات کو اداروں اور مکالمے کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔ حالات نے لبرل جماعت کی دلیلوں کو مضبوطی دی۔ یہی لبرل لابی اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کے منشور کو متعارف کرانے میں پیش پیش تھی۔

حالانکہ یہ نہیں کہا جارہا ہے کہ جارحانہ فکر کے حامل حقیقت پسندانہ نظریہ ساز یعنی ریئلسٹ اسکالرز کی لابی کے اوپر امن اور مذاکرات کی بات کرنے والی لبرل لابی مسلط ہوگئی ہے۔ آج بھی بین الاقوامی امور کے ماہرین طاقت ہی کی پرستش کرتے ہیں، اور ان کی فکر بہت حد تک حقیقت پسندانہ نقطہ نظر سے میل کھاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقوام متحدہ بھی آج دنیا میں جنگ روکنے اور امن قائم کرنے میں اس لیے ناکام رہا ہے۔ جہاں اس کا پروگرام اور منشور عوام کے حق میں ہے، وہیں ان پر پورے خلوص سے عمل نہیں کیا جارہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت پسندانہ نقطہ نظر کی حامل لابی بین الاقوامی تنظیم کی سرگرمیوں کو بھی متاثر کر رہی ہے اور جن کے پاس پیسہ ہے وہ انہیں پردے کے پیچھے سے کنٹرول کرتے ہیں، جس کی وجہ سے محکوم طبقات، مظلوم عوام اور غریب ممالک کے مفادات درکنار کر دیے جاتے ہیں۔ مگر ان تضادات کی طرف اشارہ کرنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ ہم عالمی تنظیموں کی اہمیت کو ہی خارج کر دیں، یا پھر ناامیدی کی چادر اوڑھ کر سو جائیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اقوام متحدہ کی تاریخ اور انسانی حقوق سے وابستہ اس کے

جہاں تنقید کو جمہوریت کی روح سمجھا جاتا ہے، وہاں حکومت کی عوام مخالف پالیسیوں کی مخالفت کی وجہ سے بڑی تعداد میں مسلم نوجوانوں کو برسوں سے جیل میں قید رکھا گیا ہے۔ جے این یو کے ذہین اسکالر شرجیل امام، عمر خالد، اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طالب علم میران حیدر اور دیگر کو ان کے شہری حقوق دینے سے عدالت قاصر ہے اور انہیں سالوں سال ضمانت سے محروم رکھا گیا ہے۔ جبکہ فسادات میں ملوث دائیں بازو کے شرپسند آزادانہ گھوم رہے ہیں اور ان میں سے بعض پارلیمنٹ میں بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔

دستاویزات کو پڑھیں اور ان کا استعمال کمزور طبقات کے حقوق کے تحفظ کے لیے کریں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں بھی انسانی حقوق سے متعلق باتوں کو نصاب کا حصہ بنایا جانا چاہیے۔ جب تک ہم قانون کے بارے میں اچھی طرح نہیں جانیں گے، تب تک ہم اس کا استعمال کمزور لوگوں کے مفاد میں نہیں کرسکیں گے۔

مثال کے طور پر، اقوام متحدہ کا انسانی حقوق سے وابستہ منشور کہتا ہے کہ تمام انسان برابر ہیں اور ان کے حقوق یکساں ہیں۔ سبھی لوگ آپس میں اخوت کے رشتے سے بندھے ہوئے ہیں، اور سب کے پاس عقل و شعور اور ضمیر موجود ہے۔ یہ بات منشور کے آرٹیکل ایک میں کہی گئی ہے۔ مگر زمینی حقیقت یہ ہے کہ آج بھی لوگوں کو ذات، برادری، مذہب، نسل، جنس، زبان، اور علاقے کی بنیاد پر امتیاز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے ملک میں آج بھی چھوت چھات اور ذات پات کا کلنک ختم نہیں ہوا ہے۔ موجودہ دور میں مذہب کی سیاست بڑھنے کے ساتھ ساتھ دقیانوسی سوچ بھی پروان چڑھ رہی ہے۔ مسلم مخالف پروپیگنڈا ہر روز بڑھ رہا ہے۔ ہر دن مسلمانوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے اور ان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی جارہی ہے۔ بھارت کا آئین اور انسانی حقوق کا منشور جہاں سب کو یکساں حقوق دیتا ہے اور مساوات، آزادی، اور اخوت کی بات کرتا ہے، وہیں بھارت کے مظلوم طبقات کو مختلف طریقوں سے دبایا اور ستایا جارہا ہے۔ اقلیتوں کو نشانہ بنا کر دائیں بازو کی تنظیمیں سیاست کر رہی ہیں۔ اقلیتوں کے مذہبی عقائد اور مقامات پر حملے کیے جارہے ہیں۔ حالات اس قدر خراب ہوگئے ہیں کہ نماز پڑھنے والا ہر مسلمان اس خوف میں مبتلا ہے کہ نہ جانے کب اس کے علاقے کی مسجد کے سروے کا حکم نامہ آجائے اور اسے متنازع قرار دے دیا جائے۔ ارباب اقتدار کو یہ بات کون سمجھائے کہ جمہوری ریاست کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو جینے کی آزادی فراہم کرے، انہیں تحفظ دے، اور ان کی ترقی کے لیے راہ ہموار کرے۔ ایک جمہوری ریاست میں کسی بھی قسم کی غلامی اور غیر برابری کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ جہاں کوشش یہ ہونی چاہیے کہ استحصال کو ہمیشہ کے لیے ختم کیا جائے، وہیں اس کی شدت بڑھ رہی ہے۔ انسانی حقوق کا مطلب یہ ہے کہ کسی فرد کو نقصان نہ پہنچایا جائے، ظلم کا خاتمہ ہو، اور قانون کی حکمرانی قائم ہو۔ کسی کو بھی غیر قانونی طریقے سے گرفتار نہ کیا جائے۔

مگر تلخ حقیقت یہ ہے کہ جہاں ہمارے ملک کے راکٹ خلا میں پہنچ گئے ہیں، وہیں ایک انسان اپنے سر پر میلا ڈھونے اور سڑکوں پر کھلے آسمان میں سونے کے لیے مجبور ہے۔ وہیں جیلوں میں دلتوں، مسلمانوں، آدی واسیوں اور دیگر پسماندہ ذاتوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ جہاں تنقید کو جمہوریت کی روح سمجھا جاتا ہے، وہاں حکومت کی عوام مخالف پالیسیوں کی مخالفت کی وجہ سے بڑی تعداد میں مسلم نوجوانوں کو برسوں سے جیل میں قید رکھا گیا ہے۔ جے این یو کے ذہین اسکالر شرجیل امام، عمر خالد، اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طالب علم میران حیدر اور دیگر کو ان کے شہری حقوق دینے سے عدالت قاصر ہے اور انہیں سالوں سال ضمانت سے محروم رکھا گیا ہے۔ جبکہ فسادات میں ملوث دائیں بازو کے شرپسند آزادانہ گھوم رہے ہیں اور ان میں سے بعض پارلیمنٹ میں بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان مایوس کن حالات میں مزید مایوسی اختیار کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ ہمیں مثبت کاموں پر توجہ دینی چاہیے اور خود سے جو بھی کرنے سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ حق کی لڑائی کو آگے بڑھانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم انسانی حقوق کی اہمیت کو سمجھیں اور عالمی یوم انسانی حقوق کو ایک تہوار کے طور پر منائیں۔ ■

(مضمون نگار نے جے این یو سے جدید تاریخ میں پی ایچ ڈی کی ہے)

debatingissues@gmail.com